Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

(Social degradation in modern society: an analytical study and Islamic principles for its solution)

جدید معاشرے میں سماجی انحطاط ایک تجزیاتی مطالعہ اور اس کے حل کے اسلامی اصول

Authors Details

1. **Maryam Nasir**
   MPhil Scholar, The University of Faisalabad, Pakistan.
2. **Dr. Hifsa Munawar** (Corresponding Author)
   Assistant Professor, The University of Faisalabad, Pakistan.
   Emial: **hifsamunawar.ias@tuf.edu.pk**

Citation

Nasir, Maryam, and Dr. Hifsa Munawar." (Social degradation in modern society: an analytical study and Islamic principles for its solution)." *Al-Marjān Research Journal* 4, no.1, Jan-Mar (2026): 125– 137.

Submission Timeline

Received: Dec 06, 2025
Revised: Dec 20, 2025
Accepted: Jan 02, 2025
Published Online: Jan 08, 2026

Publication & Ethics Statement

Article QR

Published by *Al-Marjān Research Center*, Lahore, Pakistan.

© The Authors. No conflict of interest declared.

This is an open access article distributed under the terms of the **Creative Commons Attribution 4.0 International License (CC BY 4.0).**

(Social degradation in modern society: an analytical study and Islamic principles for its solution)

جدید معاشرے میں سماجی انحطاط ایک تجزیاتی مطالعہ اور اس کے حل کے اسلامی اصول

☆ مریم ناصر ☆ ڈاکٹر حفصہ منور

Abstract

Social decline refers to the deterioration of societal values, structures, institutions and relationships within a society. These are essential for a healthy and functioning community. The primary causes of this decline include moral and Ethical Degradation, weakening of family system, Corruption and poor Governance, Inequality and Economic Injustice, media misuse and cultural Invasion and lack of community Engagement. These factors collectively erode social cohesion, resulting in increased crime, loss of trust, mental health issues and cultural identity crises. These challenges not only affect individuals but also disrupt the stability and harmony of entire societies. In this context, Islam offers a comprehensive and timeless framework for addressing social problems through the guidance of the Qur'an and the Sunnah of the Prophet Muhammad (peace be upon him). This study explores the root causes of modern social problems and evaluates Islamic teachings as solutions. The research highlights how principles such as moral and religious education, compassion, accountability, family structure, media responsibility and community welfare play a vital role in restoring ethical and social balance. The paper concludes that a return to Qur'anic ethics and prophetic guidance provides sustainable and humane answers to contemporary social crises. Moreover a unified effort from Governments, educators, religious leaders and civil society is effective to reverse the trends of decline morally strong society.

Keywords: Deterioration, societal values, weakening of family, Inequality, Islam, social problems, solutions, religious education.

تعارفِ موضوع

اکیسویں صدی کو سائنسی ترقی، صنعتی ایجادات اور عالمی روابط کے اعتبار سے غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ اس دور میں انسان نے ٹیکنالوجی، طب، مواصلات اور معلومات کے میدان میں حیران کن ترقی حاصل کی ہے۔ دنیا ایک عالمی گاؤں کی صورت اختیار کر چکی ہے جہاں معلومات اور خبریں لمحوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتی ہیں۔ تاہم اس بے مثال ترقی کے باوجود انسانی معاشرہ کئی سنگین سماجی مسائل کا شکار ہو چکا ہے۔ خاندانی نظام کی کمزوری، اخلاقی اقدار کا زوال، والدین اور اولاد کے درمیان بڑھتی ہوئی دوری، ذہنی دباؤ اور معاشرتی ناانصافی جیسے مسائل آج کے انسان کو شدید پریشانی میں مبتلا کر رہے ہیں۔ اسلام ایک ایسا مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ میں نہ صرف عبادات بلکہ معاشرت، معیشت، اخلاقیات اور انسانی تعلقات کے اصول بھی واضح طور پر بیان کیے گئے ہیں۔ اسلامی تعلیمات انسان کو ایک متوازن، باوقار اور پرامن معاشرہ قائم کرنے کی تعلیم دیتی ہیں۔ اس تحقیقی مطالعہ کا مقصد اکیسویں

☆ ایم فل سکالر، دی یونیورسٹی آف فیصل آباد، پاکستان۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، دی یونیورسٹی آف فیصل آباد، پاکستان۔

صدی کے نمایاں سماجی مسائل کا جائزہ لینا اور قرآن و سنت کی روشنی میں ان کے مؤثر حل پیش کرنا ہے تاکہ جدید معاشرے میں اسلامی تعلیمات کی عملی اہمیت کو واضح کیا جا سکے۔

اکیسویں صدی کو سائنسی ترقی، صنعتی ایجادات، اور عالمی رابطوں کے اعتبار سے ایک انقلابی دور کہا جاتا ہے۔ انسان نے چاند تک رسائی حاصل کر لی، معلومات کا پھیلاؤ لمحوں میں ممکن ہو گیا، اور زندگی کے مختلف شعبوں میں بے مثال ترقی دیکھنے کو ملی۔ لیکن اس تمام ظاہری ترقی کے باوجود انسان آج بھی اندر سے بے سکون اور معاشرتی طور پر بکھرا ہوا محسوس کرتا ہے۔ خاندانی نظام کی تباہی، بے حیائی کا فروغ، معاشی ناانصافی، ذہنی بیماریوں میں اضافہ، اور انسانیت سے دوری، ان سب مسائل نے آج کے انسان کو الجھا کر رکھ دیا ہے۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جو صرف عبادات تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے ہر پہلو سے متعلق جامع ہدایات دیتا ہے۔ قرآن مجید، سنت رسول ﷺ اور سیرت طیبہ میں انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے مسائل کا حل تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ [1]

"اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو ہر چیز کو کھول کر بیان کرتی ہے۔"

اکیسویں صدی کے اہم سماجی مسائل

سماجی مسائل ایسے مسائل یا مشکلات ہوتے ہیں جو کسی معاشرے کے افراد یا گروہوں کو متاثر کرتے ہیں، اور جن کی وجہ سے لوگوں کی زندگی میں پریشانی، ناانصافی یا بے سکونی پیدا ہوتی ہے۔ یہ مسائل پورے معاشرے پر منفی اثر ڈال سکتے ہیں۔

ڈاکٹر رضی الاسلام نے اسکی تعریف یوں بیان کی ہے:

"سماجی مسائل" سے مراد وہ اجتماعی مشکلات اور چیلنجز ہیں جو کسی معاشرے میں افراد یا گروہوں کو درپیش ہوتے ہیں، اور جن کا اثر پورے معاشرتی نظام پر پڑتا ہے۔ [2]

اکیسویں صدی میں جہاں انسان نے ترقی کی نئی منازل طے کی ہیں، وہیں کئی ایسے سماجی مسائل نے بھی جنم لیا ہے جنہوں نے انسانی معاشرے کو بے سکونی، ظلم، ناانصافی اور بگاڑ کا شکار بنا دیا ہے۔ درج ذیل میں اس دور میں درپیش چند سماجی چیلنجز اور ان کے حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پیش کیے جا رہے ہیں۔

خاندانی نظام کا بگاڑ

خاندان کسی بھی معاشرے کی بنیاد ہوتا ہے، لیکن اکیسویں صدی میں اس ادارے کو شدید بحران کا سامنا ہے۔ طلاق کی شرح میں اضافہ، والدین سے دوری، بزرگوں کی بے قدری، اور اولاد کی نافرمانی نے خاندانی نظام کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ [3]

[1] Al-Naḥl, 16:89.
[2] Raḍī al-Islām Nadwī, *Ikkīswīṅ Ṣadī ke Samājī Masāʾil aur Islām* (Lahore: Maktabah Qāsim al-ʿUlūm, 2014), 11.
[3] Al-Nisāʾ, 4:1.

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اس جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا، اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیے۔ اور اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو، اور رشتہ داروں کے حقوق کا خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔"

قرآن مجید میں خاندانی نظام اور انسانی معاشرت کی بنیاد بیان کرتی ہے۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا مودودی نے تفہیم القرآن میں فرمایا:

"اسلام نے خاندان کو تحفظ دینے کے لیے نہ صرف اخلاقی بلکہ قانونی بنیادیں بھی فراہم کی ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک جان سے پیدا کرنے اور اس سے اس کا جوڑا بنانے کا ذکر کیا ہے، جس سے خاندان کی بنیاد پڑتی ہے۔

انسانوں کی تخلیق ایک جان (آدم علیہ السلام) سے ہوئی، اور اس سے اس کا جوڑا (حواء علیہا السلام) پیدا کیا گیا۔ ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پیدا کیے گئے، جو انسانی معاشرت کی بنیاد ہیں، اسلام نے خاندان کو تحفظ دینے کے لیے اخلاقی اور قانونی بنیادیں فراہم کی ہیں، تاکہ معاشرتی استحکام قائم رہے، اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کے حقوق کا خیال رکھنے کا حکم دیا ہے، جو خاندانی نظام کی مضبوطی کا سبب بنتا ہے۔"[4]

یہ قول اسلامی معاشرت کی اصل روح کو اجاگر کرتا ہے۔ ان کے نزدیک خاندان صرف افراد کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مقدس ادارہ ہے، جسے قائم رکھنا اور مضبوط کرنا اسلامی معاشرے کی بقا کے لیے ضروری ہے۔ مولانا مودودی نے اسلام کو محض ایک عباداتی نظام کے بجائے ایک مکمل ضابطۂ حیات کے طور پر پیش کیا، جہاں معاشرتی اقدار کو قانونی تحفظ بھی حاصل ہے۔

خاندانی نظام کی بقاء قرآن و سنت کے نظریہ میں

خاندان کسی بھی معاشرے کی بنیادی اکائی ہے۔ ایک مضبوط اور منظم خاندانی نظام ہی ایک پر امن، مہذب اور مستحکم سوسائٹی کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اکیسویں صدی میں مغربی اثرات، مادیت پرستی، خود غرضی، طلاق کی بڑھتی شرح اور والدین و اولاد میں دوری جیسے عوامل نے خاندانی نظام کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ قرآن و سنت ہمیں اس بگاڑ کا مؤثر حل اور بہترین رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾[5]

"وہ لوگ جو اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں، اور ان (رشتوں) کو کاٹتے ہیں جنہیں اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں، وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں"

دین کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے خاندان کو اللہ کے حکم کے مطابق منظم رکھنا چاہیے۔ جو لوگ خاندان کے رشتوں کو توڑتے ہیں اور معاشرے میں فساد برپا کرتے ہیں، قرآن انہیں "خاسرین" یعنی نقصان اٹھانے والے قرار دیتا ہے۔ خاندان کے افراد کے ساتھ حسنِ سلوک اور عدل و انصاف کا برتاؤ خاندانی نظام کو مضبوط کرتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں بھی صلہ رحمی اور حُسن سُلوک کی ترغیب دی گئی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ، وَلَكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا))[6]

---

[4] Abū al-Aʿlā Mawdūdī, *Tafhīm al-Qurʾān* (Lahore: Maktabah Tarjumān al-Qurʾān, 1972), 2:5.
[5] Al-Baqarah, 2:27.
[6] Muḥammad ibn Ismāʿīl al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Kitāb al-Adab, Bāb Ṣilat al-Raḥim wa Taḥsīn al-Jiwār, Ḥadīth No. 5991 (Beirut: Dār Ibn Kathīr, 2002).

"رشتہ داری کو جوڑنے والا وہ نہیں جو بدلے میں حسن سلوک کرے، بلکہ رشتہ داری کو جوڑنے والا وہ ہے کہ جب رشتہ دار قطع تعلق کرے، تو وہ پھر بھی صلہ رحمی کرے"

یہ حدیث ہمیں سکھاتی ہے کہ صلہ رحمی کا مقصد صرف بدلے میں فائدہ حاصل کرنا نہیں، بلکہ اللہ کی رضا اور خاندان کے استحکام کے لیے رشتہ داریوں کو برقرار رکھنا ہے۔ رشتہ داروں کے حقوق پہچاننا، ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا، اور خاندان میں محبت، صبر اور خیر خواہی کو فروغ دیتا ہے۔اسلام خاندان میں محبت کو بڑھانے اور تعلقات کو جوڑنے کی تعلیم دیتا ہے۔ خاندان میں والدین کا مقام سب سے اونچا ہے۔ ان کی خوشی خاندان کے استحکام اور برکت کا سبب ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے:

((رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد)) [7]

"رب کی رضا والد کی رضامندی میں ہے اور رب کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔"

اس کا مطلب ہے کہ اگر والدین خوش ہوں تو یہ اللہ کی رضا کا ذریعہ بنتا ہے، اور اگر وہ ناخوش ہوں تو اللہ کی ناراضی کا سبب بن سکتا ہے۔ اسلام میں والدین کا ادب اور ان کے ساتھ حسن سلوک انتہائی اہمیت رکھتا ہے، اور یہ خاندانی نظام کے استحکام اور معاشرتی خوشحالی کے لیے ضروری ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ [8] "اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو"

میڈیا کا منفی استعمال

موجودہ دور میں میڈیا، انٹرنیٹ، فلموں، ڈراموں اور سوشل نیٹ ورکس کے غیر محتاط اور بے لگام استعمال نے معاشرے میں فحاشی، عریانی اور بے حیائی کو فروغ دیا ہے۔ نوجوان نسل خاص طور پر اس یلغار کی زد میں ہے۔ یہ بے حیائی صرف لباس، انداز یا زبان تک محدود نہیں رہی، بلکہ اب یہ عملی زندگی میں بھی سرایت کر چکی ہے، جہاں نکاح کے بغیر مرد و عورت کے جنسی تعلقات کو ایک عام بات سمجھا جا رہا ہے۔ فلموں، ویب سیریز اور سوشل میڈیا پر لِو اِن ریلیشن شپ (Live-in relationships) کو رومانوی، "آزاد خیال" اور جدید طرزِ زندگی کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی اپنی کتاب "اکیسویں صدی کے سماجی مسائل اور اسلام" میں نکاح کے بغیر جنسی تعلقات کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"نکاح کے بغیر جنسی تعلق جدید معاشرتی رجحانات میں سے ایک ہے جو خاندانی نظام کو کمزور کر رہے ہیں- نکاح کے بغیر جنسی تعلقات در حقیقت فحاشی کی ایک بدترین شکل ہیں، جو خاندانی نظام کو اندر سے کھوکھلا کر دیتی ہیں۔ اسلام نے ان کے سدباب کے لیے نکاح کو لازم، اور حیا کو ایمان کا جزو قرار دیا۔ امریکہ میں 1960ء سے قبل تقریباً 4.5 لاکھ جوڑے بغیر نکاح کے ایک ساتھ رہتے تھے، جو 2011ء میں بڑھ کر 7.5 ملین تک پہنچ گئے۔ یورپی یونین کے 27 ممالک میں 2011ء میں پیدا ہونے والے بچوں میں 39.5 فیصد ایسے تھے، جن کی ولادت بغیر نکاح کے جنسی تعلق کے نتیجے میں ہوئی تھی۔ برطانیہ میں 2012ء میں بغیر نکاح کے ایک ساتھ رہنے والے جوڑوں کی تعداد 9.5 ملین تھی، جو 1996ء میں ان کی

[7] Muḥammad ibn ʿĪsā al-Tirmidhī, *Sunan al-Tirmidhī*, Kitāb al-Birr wa al-Ṣilah, Bāb Mā Jāʾa fī Birr al-Wālidayn, Ḥadīth No. 1899 (Beirut: Dār al-Gharb al-Islāmī, 1998).
[8] Al-Nisāʾ, 4:36.

تعداد کی دوگنی تھی۔ یہ رجحانات خاندانی نظام کی بنیادوں کو متزلزل کر رہے ہیں، کیونکہ نکاح کے بغیر تعلقات میں قانونی اور اخلاقی ذمہ داریوں کا فقدان ہوتا ہے، جس سے بچوں کی پرورش، وراثت، اور معاشرتی استحکام متاثر ہوتا ہے۔"[9]

میڈیا ایک طاقتور ذریعہ ہے اس کا غلط استعمال معاشرے کو بگاڑ تا ہے۔ میڈیا اگرچہ ترقی کا ذریعہ بن سکتا ہے، مگر اس کا منفی استعمال معاشرتی زوال کا سبب بن رہا ہے۔

میڈیا کا تعمیری، اخلاقی اور مثبت استعمال قرآن وسنت کے نظریہ میں

میڈیا آج کے دور کا ایک مؤثر ترین ذریعہ ابلاغ ہے۔ اس کے ذریعے دنیا بھر میں خیالات، معلومات اور نظریات کا تبادلہ چند لمحوں میں ہو جاتا ہے۔ لیکن میڈیا صرف ایک فنی یا دنیاوی چیز نہیں، بلکہ اس کا تعلق انسان کے اخلاق، اقدار، اور معاشرت سے ہے۔ اسی لیے اسلام نے ابلاغ اور بات پہنچانے کے جو اصول دیے ہیں، وہ میڈیا کے مثبت اور اخلاقی استعمال کے لیے بہترین رہنما ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق کسی بھی ذریعہ ابلاغ کا مقصد اصلاح، خیر خواہی، عدل، اور سچائی کا فروغ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾[10]

"اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ، اور ان سے ایسے طریقے سے بحث کرو جو بہترین ہو"

یہ آیت دعوت و تبلیغ، گفت و شنید اور اصلاحِ معاشرہ کے لیے ایک جامع اصول بیان کرتی ہے۔

بے حیائی اکیسویں صدی کے بڑے سماجی مسائل میں سے ایک ہے، اور میڈیا اس کے پھیلاؤ کا ایک بڑا ذریعہ بن چکا ہے۔ فحش مناظر، گانے، ڈرامے، سوشل میڈیا پر غیر اخلاقی مواد، اور اشتہارات سب بے حیائی کو معمول بنا رہے ہیں۔ میڈیا کو بے حیائی، فحش مناظر، اور غیر اخلاقی مواد سے پاک رکھنا نہایت ضروری ہے۔ قرآن و سنت میں بے حیائی کے خاتمے کے لیے نہایت واضح، مؤثر اور عملی رہنمائی موجود ہے۔ ارشاد ربانی ہے:﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾[11] "مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں" اِسی طرح اگلی آیت میں عورتوں کے لیے بھی یہی حکم دیا گیا ہے:﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾[12] "اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں" یہ دونوں آیات اسلامی معاشرت، حیا، اور خواتین کی عزت و عفت کے تحفظ کے لیے بہت اہم ہیں۔ جب مرد و عورت اپنی نگاہ کی حفاظت کرینگے تو اس سے کافی حد تک بے حیائی کا خاتمہ ہو گا۔ جیسا کہ فحش مواد دیکھنے سے اجتناب ہو گا اور سوشل میڈیا کا اور انٹرنیٹ کا بہترین استعمال ہو گا۔ معاشرے میں پردے، حیاء اور اسلامی لباس کو فروغ دیا جائے اور میڈیا پر اسلامی اقدار کو پیش کیا جائے۔ میڈیا، تعلیم، اور تربیت کے ذریعے حیاء کو ایک عظیم قدر کے طور پر معاشرے میں رائج کیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:((الحياءُ شُعبةٌ من الإيمان))[13] "حیا ایمان کی ایک شاخ ہے" اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے حیا (شرم و لحاظ، غیرت و پاکیزگی) کو ایمان کا حصہ

[9] Raḍī al-Islām Nadwī, *Ikkīswīṅ Ṣadī ke Samājī Masāʾil aur Islām*, 38.
[10] Al-Naḥl, 16:125.
[11] Al-Nūr, 24:30.
[12] Al-Nūr, 24:31.
[13] Muslim ibn Ḥajjāj al-Naysābūrī, *Ṣaḥīḥ Muslim*, Kitāb al-Īmān, Bāb Bayān ʿAdad Shuʿab al-Īmān wa Afḍalihā wa Adnāhā wa Faḍl al-Ḥayāʾ, Ḥadīth No. 35 (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 2000).

قرار دیا ہے۔ یعنی ایک مومن کے دل میں اگر ایمان سچا اور مضبوط ہو تو اس کے اندر لازمی طور پر حیا بھی ہوگی۔ حیا انسان کو گناہوں سے بچاتی ہے، فحاشی سے روکتی ہے، اور اچھے اخلاق پر ابھارتی ہے۔ اِسی طرح جو لوگ بے حیائی پھیلاتے ہیں ان کے لئے بھی سخت وعید موجود ہے-ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ [14]

"بے شک جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی (فحاشی) پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے"

یہ آیت معاشرے میں فحاشی، عریانی، اور بے حیائی پھیلانے والوں کے خلاف قرآنی انتباہ ہے، خواہ وہ عمل کے ذریعے یا میڈیا، گفتگو یا اشاعت کے ذریعہ ہو۔ فحاشی پھیلانے والے میڈیا چینلز، ویب سائٹس، یا مواد پر پابندی لگائی جائے، اور ان کی جگہ اصلاحی مواد کو فروغ دیا جائے۔ بے حیائی کو صرف قانون سے نہیں روکا جاسکتا، بلکہ اس کے لیے لوگوں کی سوچ، اچھی تربیت، اور دلوں میں ایمان کی روشنی ہونا ضروری ہے۔ قرآن اور سنت ہمیں سکھاتے ہیں کہ حیا، عزت، غیرت اور سچائی کے بغیر کوئی معاشرہ نہیں بچ سکتا۔ اگر ہم میڈیا کو ان اچھی باتوں کو پھیلانے کا ذریعہ بنالیں، تو بے حیائی کو ختم کرنا ممکن ہو جائے گا۔

ہم جنسیت کا فتنہ

ہم جنس پرستی جدید دور کا ایک سنگین فتنہ ہے جو مغربی دنیا سے ہوتا ہوا مسلم معاشروں میں بھی سرایت کر رہا ہے۔ یہ فطرت کے خلاف بغاوت، خاندانی نظام کی تباہی، اور روحانی و جسمانی بیماریوں کا سبب ہے۔ اسلام اسے ایک سنگین اخلاقی جرم اور قابلِ تعزیر فعل قرار دیتا ہے۔ مغربی دنیا میں ہم جنس پرستی کو "انسانی حق" اور "آزادی" کا نام دیا گیا ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر باہمی رضامندی سے یہ کام سرانجام دیا جارہا ہے تو اس سے کسی دوسرے کا کیا نقصان ہے حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ اسکی مذمت میں یہ کہا گیا ہے کہ:

"کسی مُتمدّن سماج میں باہمی رضامندی کا یہ تصور قابل قبول نہیں بلکہ اسے سماجی نظم وضبط کی کسوٹی پر پرکھا جائیگا اور یہ دیکھا جائیگا کہ اسکی وجہ سے نظام تمدن میں خلل تو نہیں پیدا ہو رہا اور سماج کا شیرازہ تو نہیں منتشر ہو رہا ہے۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے جہیز کا لین دین عموماً باہم رضامندی سے ہوتا ہے لیکن اسے سماج میں اچھا نہیں سمجھا جاتا۔" [15]

لہٰذا اس کے جواز کی یہ دلیل کافی نہیں ہے کہ اسی باہمی رضامندی سے سرانجام دیا جارہا ہے۔ یہ ایک ایسا فتنہ ہے جو انسانی فطرت، اسلامی تعلیمات، اور معاشرتی اقدار کے سراسر منافی ہے۔

فطرتِ انسانی کا تحفظ قرآن وسنت کی روشنی میں

ہم جنس پرستی ایک سنگین اخلاقی، فطری اور معاشرتی فتنہ ہے جس کا قرآن وسنت میں واضح طور پر رد اور اس کا حل موجود ہے۔ قومِ لوط کا واقعہ ہم جنسیت کے بارے میں قرآن مجید کی سب سے واضح مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر قوم لوط کے عمل کو "فاحشہ" (بے حیائی)، "مسرفون" (حد سے بڑھنے والے) کہا اور ان پر عذاب نازل فرمایا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿اَئِنَّكُم لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ﴾ [16]

کیا تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے کسی قوم نے نہیں کی""

[14] Al-Nūr, 24:19.
[15] Raḍī al-Islām Nadwī, *Ikkīswīṅ Ṣadī ke Samājī Masāʾil aur Islām*, 80–81.
[16] Al-Aʿrāf, 7:80.

اس فعل کی مذمت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ یہ فعل ایسانرالا اور خلافِ فطرت ہے کہ اس سے پہلے کسی قوم نے ایسا نہیں کیا۔ لہٰذا اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ گناہ نہ صرف شرعی طور پر حرام ہے، بلکہ فطری اور اخلاقی اصولوں کی بھی شدید خلاف ورزی ہے۔ اس فعل کی احادیث مبارکہ میں بھی شدید مذمت بیان کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس فعل کو سخت منع فرمایا اور فرمایا:

((مَن وَجَدتُمُوهُ يَعمَلُ عَملَ قَومِ لوطٍ، فاقْتُلوا الفاعِلَ والمَفعولَ بهِ)) [17]

"جس شخص کو تم قومِ لوط کا عمل کرتے پاؤ، تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کرو"

یہ حدیث حدود و تعزیرات کی شدت کو بیان کرتی ہے، اور اس میں ریاستی سزا کا ذکر ہے۔ اسلام کا نظام فطرت، غیرت، عفت اور توازن پر مبنی ہے۔ ہم جنس پرستی نہ صرف قرآن و سنت کی رو سے حرام ہے، بلکہ یہ فطری زندگی کی بنیادوں کو بھی تباہ کر دیتی ہے۔ ہم جنسیت ایک فطری، اخلاقی اور شرعی لحاظ سے سخت منع کردہ فعل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بار بار اس گناہ سے بچنے اور امت کو اس سے دور رکھنے کی ہدایت دی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((لعن الله من عمِل عمَل قوم لوط)) [18]

"اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو قومِ لوط کا عمل کرے"

یہ حدیث اس عمل کی سخت برائی اور گناہ کو ظاہر کرتی ہے کہ جو لوگ قومِ لوط جیسے گناہ میں مبتلا ہوں، ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ ہم جنس پرستی جیسے فتنوں سے بچنے کے لیے قرآن و سنت نے فرد، خاندان اور معاشرے کی اصلاح کے متعدد عملی، روحانی اور اخلاقی طریقے بیان کیے ہیں۔ جیسا کہ معاشرے میں نکاح کو آسان بنایا جائے تاکہ فطری خواہشات حلال طریقے سے پوری ہوں۔ اسلام نے جوانی میں نکاح کو فتنوں سے بچاؤ کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج فإنه أغض للبصر، وأحصن للفرجومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء)) [19]

"اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھتا ہو، وہ نکاح کرے، کیونکہ یہ نگاہوں کو نیچا رکھنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے، اور جو طاقت نہ رکھے، وہ روزہ رکھے، کیونکہ روزہ اس کے لیے شہوت کو توڑنے والا ہے"

اس حدیث میں نبی ﷺ نے نوجوانوں کو پاکدامنی اختیار کرنے اور نفسانی خواہشات کو قابو میں رکھنے کا عملی حل بتایا ہے۔ اگر جنسی خواہش طاقتور ہو اور نکاح کی استطاعت ہو تو نکاح کرنا چاہیے۔ یہ انسان کو فطری طریقے سے اپنی خواہش پوری کرنے کا حلال اور محفوظ راستہ دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اپنی نظروں کی حفاظت کی جائے اور نماز کو اس کے وقت پے ادا کیا جائے۔ نماز کو باقاعدگی سے ادا کرنا دل کو پاکیزہ رکھتا ہے اور شیطان کے حملوں سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ قرآن پاک میں ہے: ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ [20] "بے شک نماز بے حیائی اور برائی

[17] Muḥammad ibn ʿĪsā al-Tirmidhī, *Sunan al-Tirmidhī*, Kitāb al-Ḥudūd, Bāb Mā Jāʾa fī Ḥadd al-Lūṭī, Ḥadīth No. 1456.
[18] Muḥammad ibn Yazīd Ibn Mājah, *Sunan Ibn Mājah*, Kitāb al-Ḥudūd, Bāb Man ʿAmila ʿAmal Qawm Lūṭ, Ḥadīth No. 2561 (Riyadh: Dār al-Salām, 2000).
[19] Muḥammad ibn Ismāʿīl al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Kitāb al-Nikāḥ, Bāb Man Lam Yastaṭiʿ al-Bāʾah Faʿalayhi bi al-Ṣawm, Ḥadīth No. 5066.
[20] Al-ʿAnkabūt, 29:45.

سے روکتی ہے" یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نماز انسان کی اصلاح کا ایک مؤثر ذریعہ ہے، خاص طور پر بے حیائی اور گناہوں سے بچاؤ کے لیے۔

بوڑھوں کے عافیت کدے

اسلامی معاشرے میں والدین اور بزرگوں کا مقام انتہائی بلند ہے۔ ان کی خدمت کو عبادت، اور نافرمانی کو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے آج بہت سے معاشرے مغربی طرزِ زندگی کی تقلید میں اولڈ ایج ہومز کا سہارا لینے لگے ہیں، جو اسلامی تعلیمات کے صریح مخالف ہیں۔ قرآن پاک میں بھی اسکی مذمت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ [21]

"اور تمہارے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو"

یہ آیت والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا ایک نہایت جامع اور دلنشین حکم پیش کرتی ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے ہیں:

> "والدین کے ساتھ حسن سلوک صرف اخلاقی فریضہ نہیں بلکہ ایک دینی فریضہ ہے، جس کی ادائیگی ہر مسلمان پر لازم ہے۔ مغربی معاشرتی نظام میں خاندانی رشتوں کی کمزوری اور والدین کی بے توقیری کے باعث اولڈ ایج ہومز کا تصور پیدا ہوا ہے، جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے۔ اسلام میں والدین کو گھر سے نکال کر کسی ادارے میں بھیجنا قابلِ مذمت عمل ہے۔ اسلامی معاشرت میں والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کو جنت کے حصول کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔"[22]

لہٰذا بڑھوں کے عافیت کدے اسلامی معاشرت کے لیے ایک اجنبی، غیر فطری اور افسوسناک تصور ہے۔ اسلام ہمیں والدین کی خدمت، ان کے ساتھ شفقت، اور ان کے بڑھاپے میں ان کا سہارا بننے کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلامی معاشرے کی فلاح اسی وقت ممکن ہے جب ہم اپنے بڑوں کو عزت دیں، ان کی خدمت کریں اور ان کی دعاوں کو اپنی کامیابی کا ذریعہ سمجھیں۔

اسلام میں بزرگوں کی خدمت

بڑھاپا انسان کی زندگی کا ایک فطری مرحلہ ہے، جس میں وہ جسمانی طور پر کمزور اور ذہنی طور پر تھکاوٹ کا شکار ہو سکتا ہے۔ معاشرتی طور پر اس عمر میں ان کی دیکھ بھال اور خدمت کرنا ایک اہم مسئلہ بن جاتا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے جدید معاشرتی نظام میں بزرگوں کے لیے عافیت کدے جیسے اداروں کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے، جہاں بزرگوں کو اپنے ہی خاندان سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ لیکن اسلام اس مسئلہ کو بہت خوبصورت انداز میں حل کیا ہے۔ اسلام نے معاشرے نے عمر رسیدہ افراد کو عزت واحترام کا مقام دیا ہے اور ان کے حقوق بیان کیے ہیں۔ انسان کا سب سے گہرا تعلق اپنے والدین سے ہوتا ہے اور ان کے حقوق قرآن و حدیث میں بارہا ذکر کیے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **((الجنة تحت اقدام امهاتكم))**[23] "جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے"

یہ حدیث والدین خصوصاً ماؤں کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ جنت کی کنجی والدہ کے قدموں میں ہے، یعنی اگر انسان اپنی ماں کی خدمت کرتا ہے، ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے، تو اس کے لیے جنت کا دروازہ کھلتا ہے۔ اسلام میں ماں کو بہت بڑا

---

[21] Al-Isrāʾ, 17:23.
[22] Isrār Aḥmad, *Islāmī Muʿāsharah aur Us ke Masāʾil* (Lahore: Markazī Anjuman Khuddām al-Qurʾān, 2002), 50.
[23] Muḥammad ibn Yazīd Ibn Mājah, *Sunan Ibn Mājah*, Kitāb al-Jihād, Bāb fī Birr al-Wālidayn, Ḥadīth No. 2781.

مقام دیا گیا ہے اور اس حدیث کے ذریعے رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی تاکید کی کہ والدین خصوصاًماں کے حقوق کا خیال رکھنا اور ان کی خدمت کرنا ایک بہت بڑی عبادت ہے، جو انسان کو جنت کی راہ دکھاتی ہے۔

قرآن کریم میں بھی والدین کا تذکرہ رشتہ داروں سے قبل کیا گیا ہے اور انکی خصوصی اہمیت کی وجہ سے ان کے ساتھ حُسن سلوک کرنے کا علیحدہ ذکر کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ جب بنی اسرائیل سے مکمل اطاعت کا عہد لیا گیا تھا تو انکو بھی والدین کے ساتھ حُسن سلوک کی تاکید کی گئی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾[24]

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا

اس آیت میں بھی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ شریک نا ٹھہرانے کا حکم دیا گیا ہے اس کے بعد والدین کے ساتھ حُسن سلوک کی تلقین کی گئی ہے۔ حقوق والدین کے سلسلہ میں جو تعلیمات دی گئی ہیں ان کا مطلب یہی ہے کہ والدین کے ہر حکم کی اطاعت کی جائے اور کسی بھی معاملہ میں ان کی مرضی کے خلاف کام نا کیا جائے۔ ایک موقع پر حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے۔ ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ:

((وأطع والديك وان أمراك ان تخرج من دنياك فاخرج لهما))[25]

"اور اپنے والدین کی اطاعت کر، اور اگر وہ تجھ سے یہ کہیں کہ تم اپنی دنیا سے نکل جاؤ، تو ان کے لئے نکل آؤ"

یہ حدیث والدین کی اطاعت اور ان کے حکم کی اہمیت کو بیان کرتی ہے، یہاں تک کہ اگر والدین آپ سے کسی مشکل یا تکلیف دہ کام کا مطالبہ کریں، تو بھی ان کی رضا کی خاطر ان کا کہنا ماننا ضروری ہے۔ ان تمام تعلیمات سے والدین کی اہمیت تو معلوم ہوتی ہے لیکن اسکا مقصد یہ نہیں ہے کہ اسلام اولڈ ایج ہومز کے خلاف ہے۔ بعض اوقات ایسے حالات بھی پیش آتے ہیں کہ کوئی شخص بالکل لاوارث ہوتا ہے اور وو بڑھاپے کی عمر تک پہنچ جاتا ہے، لاولد ہونے کی وجہ سے اسکی کفالت کرنے والا کوئی نا ہو وغیرہ۔ ان کے کام آنا اور ان کے لئے ایسے ادارے قائم کرنا اسلام میں پسندیدہ عمل ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ((خير الناس انفعهم للناس))[26] "سب سے بہتر انسان وہ ہے جو لوگوں کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش ہو" یہ حدیث انسانیت کی خدمت، دوسروں کے فائدے اور فلاحی جذبے کو اسلام کی نظر میں اعلیٰ درجہ پر فائز کرتی ہے۔

پلاسٹک سرجری

اکیسویں صدی میں سائنسی ترقی نے طب اور علاج کے بہت سے شعبوں میں حیران کن پیش رفت کی ہے۔ انہی میں سے ایک "پلاسٹک سرجری" ہے، جس کا مقصد جسمانی نقائص کو درست کرنا یا ظاہری حسن کو بہتر بنانا ہے۔

ابتداء میں پلاسٹک سرجری حادثات، بیماریوں یا پیدائشی نقائص کی درستگی کے لیے استعمال ہوتی تھی، مگر آج یہ ایک فیشن اور خوبصورتی کے مقابلے کا ذریعہ بن چکی ہے۔ یہی رجحان ایک بڑا سماجی مسئلہ بن کر سامنے آیا ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری فرماتے ہیں کہ:

[24] Al-Baqarah, 2:83.
[25] Muḥammad ibn Yazīd Ibn Mājah, *Sunan Ibn Mājah*, Kitāb al-Fitan, Bāb al-Ṣabr ʿalā al-Balāʾ, Ḥadīth No. 4034.
[26] Abū Bakr Aḥmad ibn al-Ḥusayn al-Bayhaqī, *Shuʿab al-Īmān*, Kitāb al-Taʿāwun ʿalā al-Birr wa al-Taqwā, Bāb fī Qaḍāʾ Ḥawāʾij al-Nās, Ḥadīth No. 7487 (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2003).

"اکیسویں صدی کا انسان ظاہری حسن میں اس قدر گم ہو چکا ہے کہ وہ اللہ کی عطا کردہ شناخت کو مٹانے لگا ہے۔ پلاسٹک سرجری کا غیر ضروری استعمال، فطری حسن سے انکار اور نفس پرستی کی علامت بن گیا ہے، جو اسلامی تعلیمات کے منافی ہے"[27]

سوشل میڈیا، فلمی صنعت اور فیشن ورلڈ نے خوبصورتی کے مصنوعی معیار قائم کیے ہیں، نوجوان لڑکیاں اور لڑکے بھی ناک، ہونٹ، آنکھوں اور جسمانی ساخت کو تبدیل کروانے میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ کاسمیٹک انڈسٹری نے پلاسٹک سرجری کو ایک منافع بخش کاروبار بنا دیا ہے۔ پلاسٹک سرجری جب ضرورت کے تحت ہو تو رحمت ہے، لیکن جب فیشن، دکھاوے اور اللہ کی تخلیق میں بلاوجہ تبدیلی کے لیے ہو تو یہ ایک اخلاقی، سماجی اور دینی بگاڑ کا سبب بنتی ہے۔

قدرتی حسن کا احترام قرآن وحدیث کی روسے

اسلام میں جسم کو اللہ کی امانت قرار دیا گیا ہے۔ بلا ضرورت جسم میں تبدیلی کرنا اللہ کی تخلیق میں مداخلت کے مترادف ہے۔ جب شیطان نے انسان کو گمراہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی تھی تو اس وقت اس نے یہ بھی کہا تھا:

﴿وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ﴾[28]

"اور ضرور میں ان کو گمراہ کروں گا، اور انہیں جھوٹی امیدیں دلاؤں گا، اور انہیں حکم دوں گا تو وہ چوپایوں کے کان چیر ڈالیں گے، اور انہیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کریں گے"

پلاسٹک سرجری جیسی غیر ضروری جسمانی تبدیلیاں بھی اسی فطرت بگاڑ کا حصہ ہو سکتی ہیں، خاص طور پر جب یہ خوبصورتی یا فیشن کے لیے کی جائیں۔ خاص طور پر ایسی تبدیلیاں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنتی ہوں اسکی مذمت حدیث مبارکہ میں بھی بیان کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَعَنَ اللَّهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ، وَالنَّامِصَةَ وَالْمُتَنَمِّصَةَ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللَّهِ))[29]

"اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے ان عورتوں پر جو بال جوڑتی ہیں یا جوڑواتی ہیں، گودنے والی اور گودوانے والی، اور دانتوں کے درمیان فاصلہ ڈالنے والی اور حسن کے لیے اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والی عورتوں پر"

لیکن اگر یہ ضرورت کے تحت یا علاج معالجہ کے طور پر ہو تو اس صورت میں جائز ہے۔ جیسا کہ ایک صحابی کے بارے میں آتا ہے کہ انکی ناک ایک جنگ میں کٹ گئی تھی۔ انہوں نے اس پر چاندی کی ناک لگوائی۔

((أن عرفجة بن أسعد قطع أنفه يوم الكلاب فاتخذ أنفا من فضة فأنتن عليه فأمره النبي ﷺ أن يتخذ أنفا من ذهب))[30]

[27] Muḥammad Ṭāhir al-Qādrī, *Muʿāsharatī Masāʾil aur Islām* (Lahore: Minhāj al-Qurʾān Publications, 2003), 212.
[28] Al-Nisāʾ, 4:119.
[29] Muḥammad ibn Ismāʿīl al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Kitāb al-Libās, Bāb al-Mutafallijāt li al-Ḥusn, Ḥadīth No. 5931.
[30] Abū Dāwūd Sulaymān ibn al-Ashʿath, *Sunan Abī Dāwūd*, Kitāb al-Kharāj wa al-Fayʾ wa al-Imārah, Bāb fī Ittikhādh Anf min Dhahab, Ḥadīth No. 4232 (Riyadh: Dār al-Salām, 1999).

"عرفجہ بن اسعدؓ کی ناک میدان جنگ میں کٹ گئی، انہوں نے چاندی کی ناک لگوائی، لیکن وہ خراب ہو گئی۔ تو نبی ﷺ نے انہیں سونے کی ناک بنانے کی اجازت دی"

لہٰذا معلوم ہوا کہ پلاسٹک سرجری جب ضرورت کے تحت ہو تو رحمت ہے، لیکن جب فیشن، دکھاوے اور اللہ کی تخلیق میں بلاوجہ تبدیلی کے لیے ہو تو یہ ایک اخلاقی، سماجی اور دینی بگاڑ کا سبب بنتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان اپنی قدرتی خوبصورتی پر قناعت کرے اور ظاہری نمائش کے بجائے اخلاقی خوبصورتی کو اپنائے، جو اسلام کی تعلیمات کا اصل مقصد ہے۔

گویا کہ معلوم ہوا کہ اکیسویں صدی میں انسانی ترقی کے باوجود سماجی مسائل جیسے اخلاقی زوال، خاندانی نظام کی تباہی، اور ذہنی دباؤ میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ ان مسائل کا حل صرف مادی ترقی سے ممکن نہیں، بلکہ روحانی اور اخلاقی بنیادوں کی طرف رجوع ضروری ہے۔ قرآن و سنت ہمیں ایک ایسا جامع نظام فراہم کرتے ہیں جو عدل، رحم، تعاون اور بھائی چارے کو فروغ دیتا ہے۔ اگر ہم اسلامی اصولوں کو اپنائیں تو نہ صرف فرد کی اصلاح ممکن ہے بلکہ پورا معاشرہ امن، انصاف اور فلاح کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔

خلاصہ کلام

اس تحقیق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگرچہ اکیسویں صدی سائنسی اور تکنیکی ترقی کا دور ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ معاشرتی اور اخلاقی مسائل میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ خاندانی نظام کی کمزوری، رشتہ داریوں میں سرد مہری، والدین کی بے قدری اور معاشرتی بے سکونی جیسے مسائل انسانی معاشرے کے لیے سنگین چیلنج بن چکے ہیں۔ اسلام ان تمام مسائل کا متوازن اور مؤثر حل فراہم کرتا ہے۔ قرآن مجید خاندان کی اہمیت، صلہ رحمی، والدین کے احترام اور اخلاقی اقدار کو مضبوط بنانے کی تعلیم دیتا ہے، جبکہ سنت رسول ﷺ عملی زندگی میں ان اصولوں کو نافذ کرنے کی بہترین مثال پیش کرتی ہے۔ اگر اسلامی تعلیمات کو فرد اور معاشرے کی سطح پر اپنایا جائے تو خاندانی نظام مضبوط ہو سکتا ہے، معاشرتی ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے اور انسانی زندگی میں سکون اور استحکام آسکتا ہے۔ اس طرح اسلام نہ صرف روحانی بلکہ معاشرتی اصلاح کا بھی جامع نظام پیش کرتا ہے۔

تجاویز وسفارشات

* اسلامی خاندانی تعلیمات کو فروغ دیا جائے تاکہ نکاح، صلہ رحمی اور والدین کے احترام جیسے اصول معاشرے میں مضبوط ہوں۔
* تعلیمی اداروں میں اخلاقی اور اسلامی تربیت کو شامل کیا جائے تاکہ نئی نسل کو اسلامی معاشرتی اقدار سے آگاہ کیا جا سکے۔
* میڈیا کے مثبت استعمال کو فروغ دیا جائے اور ایسے پروگرام نشر کیے جائیں جو خاندانی اور اخلاقی اقدار کو مضبوط کریں۔
* والدین اور اولاد کے درمیان تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے تربیتی پروگرام منعقد کیے جائیں تاکہ خاندانی ہم آہنگی پیدا ہو۔
* معاشرتی انصاف اور مساوات کے اصولوں کو نافذ کیا جائے تاکہ معاشرے میں استحکام اور امن کو فروغ مل سکے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

***Bibliography* / کتابیات**

* Al-Bayhaqī, Abū Bakr Aḥmad ibn al-Ḥusayn. Shuʿab al-Īmān. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2003.
* Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. Ṣaḥīḥ al-Bukhārī. Beirut: Dār Ibn Kathīr, 2002.
* Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā. Sunan al-Tirmidhī. Beirut: Dār al-Gharb al-Islāmī, 1998.
* Ibn Mājah, Muḥammad ibn Yazīd. Sunan Ibn Mājah. Riyadh: Dār al-Salām, 2000.
* Muslim ibn Ḥajjāj al-Naysābūrī. Ṣaḥīḥ Muslim. Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 2000.
* Mawdūdī, Abū al-Aʿlā. Tafhīm al-Qurʾān. Lahore: Maktabah Tarjumān al-Qurʾān, 1972.

* Nadwī, Raḍī al-Islām. Ikkīswīṅ Ṣadī ke Samājī Masāʾil aur Islām. Lahore: Maktabah Qāsim al-ʿUlūm, 2014.
* Aḥmad, Isrār. Islāmī Muʿāsharah aur Us ke Masāʾil. Lahore: Markazī Anjuman Khuddām al-Qurʾān, 2002.
* Al-Qādrī, Muḥammad Ṭāhir. Muʿāsharatī Masāʾil aur Islām. Lahore: Minhāj al-Qurʾān Publications, 2003.
* Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ashʿath. Sunan Abī Dāwūd. Riyadh: Dār al-Salām, 1999.